ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

کمال احمد رضوی کی خاکہ نگاری کا اُسلوب

Kamal Ahmad Rizvi's style of sketching

نثار احمد ،ریسرچ سکالرپی۔ایچ۔ڈی، شعبہ اُردو اور مشرقی زبانیں، یونی ورسٹی آف سرگودھا
ڈاکٹر شاہد نواز، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو اور مشرقی زبانیں، یونی ورسٹی آف سرگودھا

Absrtact

Kamal Ahmed Rizwi is a renowned interpreter, children's author as well as a playwright and actor. He also wrote sketches in his later age. These sketches are a new reference to Kamal's literary status because of the social position of the subject, unique style and a fine presentation. Kamal has not only done justice to art in his sketches, but he has also made them interesting with his peculiar style and accent. His sketches infuse life and liveliness in the subject personalities. The dramatically interesting onset and a beautiful end of the sketches is the outcome of Kamal's attachment with TV. Beside making use of traditional phrases and proverbs, Kamal has also improvised new structures, which proves Kamal's mastery over language.

کلیدی الفاظ: خاکہ نگار، اُسلوب، رواں نثر، عمدہ تراکیب، محاورات و ضرب الامثال

کمال احمد رضوی بنیادی طور پر ڈراما نگار اور منفرد اداکار تھے۔ اپنی متحرک عملی زندگی میں اُنھیں تھیٹر، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ادب کی نامور ہستیوں کو قریب سے دیکھنے اور برتنے کا موقع ملا جس سے اُن کی نفسیات سے بھی آگاہی ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے ابتدائی ایام میں ملک کے معاشی حالات بہتر نہ ہونے کی وجہ سے ہر شخص مجبور اور پریشاں تھا کمال احمد رضوی پر اس کی کمزور معاشی حالت نے زندگی اور انسانوں کے کئی روپ منکشف کیے۔ "کمال کی باتیں" ایسے ہی احباب کے احوال اور نفسیاتی مطالعوں پر مشتمل ہے۔ خاکوں کا یہ مجموعہ کمال احمد رضوی کی وفات کے بعد فروری 2016ء میں منظرِ عام پر آیا جسے بیگم کمال احمد رضوی (عشرت جہاں رضوی) نے اٹلانٹس پبلی کیشنز، کراچی سے شائع کیا۔

خاکہ بنیادی طور پر شخصیت آشنائی کا فن ہے۔ شخصیت آشنائی بذاتِ خود ایک مشکل عمل ہے ۔اپنی واقفیت سے دوسروں کو آشنا کرنا تو اور بھی زیادہ نازک عمل ہے۔ توصیف و تنقیص سے بالا حقیقت نگاری کا یہ فن خاص سلیقے اور دقتِ نظر کا طالب ہے۔ خاکہ کسی کی زندگی کا ایک ایسا خلاصہ ہوتا ہے جس میں شخصیت اصلی چہرے اور احوال وآثار کے ساتھ شگفتہ و شیریں لہجے اور سلیس و رواں پیرائے میں مختصراً پیش کی جاتی ہے۔ کسی انسان کے باطن میں موجود پیچیدگیوں کو لفظوں میں ڈھالنا سہل نہیں (1) ۔ خاکہ نگار کی توجہ سے ایک عام شخص ہزاروں ادیبوں اور ادب شناسوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے جب کہ متعصبانہ نظر خاص کو بھی نا قابلِ التفات بنا دیتی ہے۔

خاکے کا تعلق سوانحی ادب سے ہے۔ مگر یہ صنف دوسری بہت سی اصناف کی بنیادی خوبیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ غزل کی سی بلاغت ، ڈرامے جیسا تجسس ، مکالماتی فضا، دل چسپ آغاز واختتام، انشائیے کی سی کفایت لفظی اور افسانے کا سا اختصار ایک اچھے خاکے کا وصف ہے ۔ جس طرح افسانے کا ایک نشست میں پڑھا جانا ضروری ہے اور اسی میں افسانے کا حسن اور دل چسپی ہے ایک اچھے، دل چسپ اور کامیاب خاکے کا بھی یہی تقاضا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں طویل خاکے بھی لکھے گئے اُن میں سے بعض اُردو کے بہترین خاکے شمار کیے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود اختصار میں خاکے کا حسن اور مختصر ہونے میں اس کی بقا ہے۔ ”کمال کی باتیں“ میں کل اٹھارہ خاکے ہیں ،سب سے طویل خاکہ " منٹو صاحب" ہے۔ مگر یہ خاکہ بھی صرف اُنیس صفحات پر مشتمل ہے۔ خاکے میں اختصار پیدا کرنے کی کوشش میں شخصیت کو نامکمل پیش کرنا موزوں نہیں۔ اختصار سے مُراد شخصیت کا معروضی مطالعہ ہے نہ کہ انشائی پیش کش ۔اس لیے خاکہ نگار صرف ایسے واقعات منتخب کرتا ہے جن کی روشنی میں شخصیت کا ظاہر و باطن سب قاری پر عیاں ہو جائے۔(2)

واقعات کے انتخاب میں احتیاط اختصار کا بڑا وسیلہ ہے۔ کمال احمد رضوی نے شخصیت کی حیات کے بحرِ بے کراں سے صرف وہی واقعات چنے ہیں جو اس کی زندگی کے نمائندہ واقعات ہیں۔ قاری خاکے میں شخصیات کو ادیب شاعر ، سیاستدان یا لیڈر کے طور پر نہیں بلکہ ایک انسان کے روپ میں دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ کمال احمد رضوی کا امتیاز یہی ہے کہ وہ ہمیں اُس انسان سے ملواتا ہے جو ادیب ، شاعر، سیاستدان، افسر یا لیڈر کے اندر

تھا۔ منٹو کے خاکے میں منٹو ایک عام انسان کی حیثیت سے جلوہ گر ہے۔فیض ترقی پسند لیڈر سے ہٹ کر ایک عام انسان دکھائی دیتاہے۔"احمد پرویز۔ نامہربان یادیں" میں ایک پینٹر نہیں بلکہ اس پنیٹر میں سانس لینے والے اصل انسان سے ملاقات کا موقع ملتا ہے۔کمال احمد رضوی نے شخصیت کو پیش کرنے کے لیے جن واقعات کا انتخاب کیا ہے اگرچہ وہ عمومی ہیں مگر کمال کے قلم نے اُنہیں دل چسپ اور منفرد بنادیاہے۔

"کچھ عرصہ بعد ایک روز منٹو صاحب سردیوں کی دھوپ میں حسبِ معمول کھلے تانگے میں مال روڈ سے گزر رہے تھے تو اُنہوں نے مجھے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے آواز دی اور تانگہ روک لیا۔اس دن اُن کی جیب گرم تھی اور بہت خوشگوار موڈ میں معلوم ہوتے تھے میں ان کے ساتھ تانگے میں سوار ہو گیا۔اُن کا رُخ غالباً انگلش وائن کی طرف تھا جو لاہور ہائی کورٹ کے سامنے ایک عریض چبوترے پر واقع تھا۔تانگہ سے اُتر کر اُنہوں نے سودا خریدااور واپس تانگہ میں آ کر بیٹھ گئے اب ہم واپس مال روڈ پر ہی واقع آزر زوبی کے سٹوڈیو کی طرف چل پڑے جہاں منٹو صاحب دن کے وقت بیٹھ کر آئندہ لکھے والے افسانوں کا موضوع تلاش کرتے ہوئے چسکیاں بھرتے رہتے"(3)

کفایتِ لفظی اختصار پیدا کرنے کادوسرابڑا وسیلہ ہے۔کمال احمد رضوی کے خاکوں میں یہ ہنر بہ کمال ملتا ہے۔ سٹیج اورٹی۔وی ڈرامے سےوابستگی کی بدولت محاورات و تراکیب برتنے میں اُنھیں ملکہ حاصل تھا اُن کے خاکوں میں اختصار کی خوبی اسی کفایتِ لفظی سے ہے ۔فنی اعتبار سے خاکے میں موجود شخصیت کااصل کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ناک نقشا، عادت فطرت سب کچھ اصلیت پر مبنی ہو گا تو خاکہ کا حسن قرار پائے گا اگر اصلیت سے ہٹ کر کچھ بھی ہو گا تووہ اور سب کچھ ہو سکتا ہے مگر خاکہ نہیں ہو گا۔خاکہ نگاراپنے بیان کی قوت سے ہمیں شخصیت کے دروں میں جھانکنے کاموقع دیتاہے جوعام آدمی کی نظروں سے اوجھل ہوتی ہے۔(4) "کمال کی باتیں" کے کم وبیش تمام خاکوں میں دروں بینی کایہی وصف موجودہے۔ اسی طرح قاری کا خاکہ نگار کی گرفت میں رہنا خاکے کی کامیابی کی دلیل ہے اور یہ گرفت وحدتِ تاثر سے مضبوط ہوتی ہے۔افسانے کی طرح وحدت تاثر خاکے کی بھی بنیادی خوبی شمارہوتی ہے۔ موزوں اور مؤثر واقعات کا انتخاب جہاں شخصیت کی پرتیں کھولنے کے لیے ضروری ہوتا ہے وہاں ان واقعات کا دل چسپ بیان وحدت تاثرکا بھی وسیلہ ہوتاہے۔خاکہ نگار جب عام واقعات کو بیان کرتے ہوئے اُن حقائق کو موضوع بناتا ہے جو عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں تو قاری کا ذہن منتشر نہیں ہوتا۔"فیض صاحب" کا مطالعہ کرتے ہوئے اول تا آخر قاری کی توجہ فیضؔ کی طرف ہی رہتی ہے۔پاکستان ٹائمز کا دفتر ہو یا آرٹس کونسل کا ہال، الحمرا کا سبزہ زار ہو یا لندن میں بی۔بی۔سی کے دفتر کا منظر توجہ فیض سے نہیں ہٹتی۔کمال احمد رضوی کے خاکوں میں وحدتِ تاثر کی یہ خوبی جن خاکوں میں موجود ہے وہاں قابلِ ستائش ہے۔منٹو، فیض، انیس آپا، حمید کاشمیری،انور جلال شمزا اور شوکت حسین رضوی میں بالخصوص وحدتِ تاثر کا یہ فن بہت بڑھا ہوا ہے:

"انور جلال بہت مزے کا آدمی تھاہماری نوک جھونک چلتی رہتی تھی لیکن سنجیدگی سے نہ وہ کبھی ناراض ہوا نہ میں نے کبھی اس سے دوستی کا رشتہ منقطع کیا۔وہ کافی ہاؤس میں بر ملا مجھے لتاڑا کرتا تھا: "اوئے تم نے کیا تھیٹر تھیٹر کی بکواس لگا رکھی ہے۔کون سا تھیٹر، کہاں کا تھیٹر؟ برٹش کونسل میں جا کر رسالوں اور کتابوں کو پڑھ کر تم تھیٹر کے ماسٹر بنے پھرتے ہو۔یہاں صرف تھیٹر کی باتیں ہوتی ہیں تھیٹر ویٹر کوئی نہیں ہوتا"

میں کہا کرتا تھا:"میری زندگی کا آدرش ہی تھیٹر ہے"

وہ چڑ کر کہتا:"مگر وہ کب ہو گا؟"

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

" جب تم کرنے دو گے اور اپنی بکواس بند کرو گے " (5)

الفاظ کو تصاویر کا متبادل کہا جاتا ہے۔ متکلم کے الفاظ سے سامع کے ذہن میں شبیہیں اور نقوش بنتے ہیں۔ سامع کے ذہن پر بننے والی تصویروں کا یہ عمل جتنا مربوط اور صاف ہوتا ہے ابلاغ اتنا ہی آسان ہوتا ہے۔ غیر فصیح الفاظ، نامانوس تراکیب، سے ذہن پر دھندلے نقوش بنتے ہیں جن سے وہ حظ نہیں اُٹھا پاتا۔ اسی طرح الفاظ کے بدلتے ہوئے معنوں سے بھی خاکہ نگار کا واقف ہونا ضروری ہے۔(6) خاکے میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیوں کو نہایت احتیاط سے پیش کرنا ہوتا ہے جس کے لیے عمیق مشاہدے، وسیع مطالعے، دُور رس نگاہ، گہری مردم شناسی اور دلکش اُسلوب کی ضرورت ہوتی ہے عقیدت کو مدح اور نفرت کو قدح بنانے سے بچانے میں مصنف کا خامہ خونچکاں ہوتا ہے۔(7) خاکہ نہ تو خوبیوں کا مرقع ہوتا ہے نہ ہی خرابیوں کی زنبیل اس میں پہلو داری بہت بڑا عیب ہے ۔اسی طرح خاکہ نگار نہ مبصر ہوتا ہے نہ ہی وکیل۔ خاکے میں نہ تو جارحانہ انداز ہو نہ ہی شخصیت کے بیان میں مدافعانہ رویہ ہو بلکہ متوازن انداز میں حقائق کو دلچسپی سے پیش کیا گیا ہو۔ محاسن کے بیان میں تو ہر کسی کا قلم رواں ہوتا ہے امتحان کمزوریوں کے بیان میں ہوتا ہے۔ پگڑی اُچھالنا، مخاصمانہ رویہ اپنانا ، کمزوریوں کے بیان میں نفرت ، طنز، اور زہر ناکی سے کام لینا خاکہ نگار کو کس طور زیب نہیں دیتا کیو نکہ لہجے کا توازن مجروح ہو جائے یا رائے کا توازن برقرار نہ رہے تو خاکہ فن کے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ بعض خاکہ نگارواقعات و عادات کے بیان سے شخصیت کے گرد روشنی کا سیلاب بکھیر دیتے ہیں اس رنگ و روشنی کے سیلاب میں ہم شخصیت کے کسی رنگ کو دیکھنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مگر کمال کے خاکوں میں ایسا نہیں ہے اُنھوں نے متعصبانہ فکر سے کوئی چہرہ کجلا نہیں کیا۔ نہ ہی کھوٹے کو کھرا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

کمال احمد رضوی نے مشاہیر کی جو قلمی تصویریں بنائی ہیں وہ شخصیت کی صحیح اور سچی عکاس ہیں۔ محبت و عقیدت یا بے تکلفی کی بنا پر ری ٹچنگ سے کسی شخصیت کے نقوش تیز ہو گئے ہوں تو الگ بات ہے وگرنہ معائب و محاسن ، اچھائی برائی ،روایت ، بغاوت ؛ منافقت اخلاص سب حقیقت کے عین مطابق ہے۔ جس کی وجہ کمال کی دُور رس نگاہ ،بے تکلف اوردل کش اندازِ بیان ہے۔ اسی طرح خاکے میں سیرت کے روشن پہلوؤں کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ تاریک پہلوؤں کا فنکارانہ اظہار بھی ضروری ہے ورنہ خاکہ نامکمل اور ناقص سمجھا جائے گا۔ انیس آپا ایک باعصمت اور باکردار مشرقی خاتون تھی۔ اُس کے خاکے میں کمال کا اپنی نسبت یا کسی اور کے حوالے سے بیان ہونے والا ہر واقعہ انیس آپا کی عصمت داری کا شاہد ہے۔ البتہ لالہ حفیظ جاوید کے خاکے میں لالہ کی کاروباری مصلحت اور انار کلی میں "باری سنز "کی دکان میں مرحوم دوست کے بیٹوں سے رونی صورت اور شدید غم کے مصنوعی اظہار سے پورے ایک صفحے کا اشتہار حاصل کر لینے جیسی وارداتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی خود داری کا بیان بھی اسی انداز میں کیا ہے۔ خاکہ میں نہ تو "دروغِ مصلحت آمیز" کی گنجائش ہوتی ہے نہ ہی" راستیٔ فتنہ انگیز" کی اسی حقیقت کی روشنی میں "صفدر میر "کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ قریبی دوست ہونے کے باوجود کمال نے صفدر میر میں نہ تو ذاتی پسند کی خوبیاں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے نہ ہی اُسے اخلاق واخلاص کا پیکر بنا کر پیش کیا ہے بلکہ خوبیاں خامیاں بے تکلف کہہ دی ہیں :

"شادی کی تو اتنے گھریلو ہو گئے کہ میرے سامنے کی بات ہے ریڈیو پر ایک میٹنگ کے دوران وہ یہ کہہ کر اُٹھ کر چلے گئے کہ میری بیوی گھر پر اکیلی ہے میں اور نہیں ٹھہر سکتا۔ پھر بیوی سے ناراض ہوئے تو صرف بیوی سے ہی نہیں بچی سے بھی علیحدہ ہو گئے " (8)

خاکہ نگاری کے بنیادی لوازمات میں سے اختصار، وحدت تاثر، کردار نگاری، شگفتگی خصوصی اہمیت کے حامل ہیں مگر ان کے علاوہ اور بھی بہت سے عناصر ہیں جو ایک خوب صورت خاکے کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہیں اُنھی میں سے ایک وصف خاکے کا دل چسپ اور عمدہ آغاز ہے "کمال کی باتیں" کا پہلا خاکہ " فیض صاحب"کے عنوان سے ہے۔ کمال احمد رضوی نے خاکے کا آغاز بڑے ہی دل نشین پیرائے میں کیا ہے۔ قاری آغاز سے ہی خود کو مصنف کی گرفت میں محسوس کرتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

" فیض صاحب سے پہلی بار ملنے کا شرف اُس وقت حاصل ہوا جب وہ روز نامہ پاکستان ٹائمز اور امروز کے مدیر تھے ۔ بڑے لوگوں سے ملنے کا خبط چھوٹے لوگوں کے دلوں میں پنہاں ہوتا ہے اور فیض صاحب تو پاکستان بھر کے سب سے بڑے شاعر اور آدمی تھے اُن سے ملنے کا خبط کیوں رنگ نہ لاتا۔ جب میں پاکستان ٹائمز کے دفتر میں داخل ہوا تو پہلی منزل پرایک کمرے کے باہر فیض صاحب کے نام کی تختی دیکھی اور دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا۔پتہ نہیں اُن کو ملنے سے زیادہ دیکھنے کا جذبہ کار فرما تھا "(9)

کمال احمد رضوی کے خاکوں کے آغاز میں پائی جانے والی دل چسپی میں ڈرامائی تکنیک کو بھی بڑا دخل ہے۔ کمال احمد رضوی بنیادی طور پر ڈراما نگار تھے، ڈرامائی صورت پیدا کر لینا اُن کی تحریر کی عمومی خوبی ہے لیکن خاکہ نگاری کے تناظر میں دیکھاجائے تو یہ Dramatic Sitution ایک نمایاں وصف ہے جس سے اُن کے خاکوں میں تاثیر کا عنصر بڑھ گیا ہے۔ قاری خاکہ پڑھنا شروع کرتا ہے تو مکمل کر کے ہی دم لیتا ہے ۔

"اُن دنوں میرا کام تقریباً بند تھا میں ماڈل ٹاؤن میں بیٹھاروزی روٹی کے لیے کسی سبیل کامنتظر تھا کہ ایک دن صبح سویرے ایک شان دار گاڑی میرے پورچ میں آ کر رُکی۔ میں باہر نکلا تو دیکھاایکٹریس یاسمین گاڑی سے باہر نکلیں اور پیغام لائیں کہ سید شوکت حسین رضوی نے ملنے کوبلایا ہے " (10)

کمال احمد رضوی کے خاکوں کا آغاز کسی نہ کسی منظر سے ہوتا ہے۔بعض خاکوں میں تو یہ منظر نگاری کسی ناول اور ڈرامے کی طرح بڑی دل چسپ اور توجہ کھینچ لینے والی ہے۔ایسے خاکوں کی ابتدائی سطور کے مطالعے سے گماں گذرتا ہے کہ ہم کوئی خاکہ نہیں بلکہ کوئی ڈراما یا ناول پڑھ رہے ہیں۔ آغاز میں آنے والا یہ منظر بعد کے واقعات کے ساتھ اس طرح مربوط ہو تا ہے کہ اسے الگ کرنے سے خاکے کا سارامزا کر کرا ہو جاتا ہے ۔منظر نگاری میں یہ مہارت کسی ایک خاکے کی خوبی نہیں بلکہ اُن کے اکثر خاکوں میں یہ وصف موجود ہے۔ آنے والے واقعات کے پس منظر میں وہ ابتدائی منظر بھر پور معاون ہوتا ہے

تکنیک کے اعتبار سے کمال احمد رضوی کے خاکوں میں کرداری افسانے کا انداز بھی ملتا ہے اور ڈرامائی تکنیک بھی ۔ اکثر خاکے واقعاتی انداز میں لکھے گئے ہیں مگر دلچسپی کا عنصر موجود ہے اور اس دلچسپی کے برقرار رہنے کی بڑی اور بنیادی وجہ کمال احمد رضوی کا دل پذیر اُسلوب ہے۔عمدہ اُسلوب عمومی بات کو بھی دلچسپ و رنگین بنا کر پیش کرتا ہے جب کہ اُسلوب کی کمزوری رنگین ودل نشیں واقعے یا بات کو ایسا عام بنا دیتی ہے جو قاری کے لیے کوئی خاص کشش نہیں رکھتی۔خاکے میں مزاح اُسلوب کا لازمی جزو نہیں لیکن دل چسپ اندازِ بیان کے باعث کئی خاکہ نگاروں نے مقبولیت حاصل کی ہے۔ جس کی نمایاں مثال فرحت اللہ بیگ اور شاہد احمد دہلوی ہیں۔مزاح کی بنیاد الفاظ اور فقروں کی ساخت پر ہے جب کہ روح معنی ہے ۔کمال احمد رضوی کے پاس مواد بھی ہے اور بیان کا سلیقہ بھی۔فقرے رواں ، چست اور بر جستہ ہیں ۔زبان عمومی بول چال کی ہے جس میں اہل زباں کا لہجہ اور آہنگ غالب ہے۔وہ مزاح کے فن اور قاعدے سے مکمل آگاہ ہیں کڑوی تیکھی باتیں بھی سلیقے سے کرتے ہیں ،طنز کے چرکے بھی لگاتے ہیں مگر پھکڑ پن اور فقرے بازی سے دامن کشاں رہتے ہیں البتہ ضرورت کے مطابق تحریر میں محاورات اور دل چسپ تراکیب کی جو مسالہ باری کرتے ہیں اس سے لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔انیس آپا کے خاکے میں سادگی اور روانی کی کیفیت یوں ہے :

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

" اُن کا دفتر راول پنڈی کے مال روڈ پر واقع تھااور اُن کا گھر لال کرتی میں تھا۔یہ بہت مختصر سا گھر تھااور اس گھر والوں کے دل اتنے بڑے تھے کہ روزانہ آٹھ دس نفوس جمع ہو کرنہ صرف شکم سیر ہوتے تھے بلکہ ارغوانی مشروبات سے بھی استفادہ فرماتے تھے۔
یہاں پہنچ کر سچ مچ مجھے محسوس ہوا کہ کہ جیسے میں ماں کی گود میں آگیا ہوں۔لاہور میں ستانے والی تمام تکلیفیں کہیں دور چلی گئی ہیں اور اُن کی جگہ محبت اور عافیت کا ایک سر چشمہ جاری ہو گیا " (11)

خاکہ نگار اپنے منفرد انداز بیان سے شخصیت سے ملاقات یا اس کے مزاج کا ایسا نقش قاری کے ذہن پر چھوڑ تا ہے کہ قاری شخصیت میں موجود کمزوریوں کے باوجود اس میں دل چسپی لیتا ہے۔(12)"صفدر میر" کے خاکے میں کمال احمد رضوی نے کاروباری مصلحت کے تحت اپنے نا نا کی صورت شکل اور لباس کی جو تفصیل لکھی ہے پڑھ کے قاری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بے ساختہ پھیل جاتی ہے۔اس نقشا کشی میں کہیں تصنع یا شعوری کوشش کا رنگ نظر نہیں آتا۔کمال کی نثر روانی کی جو خوبی رکھتی ہے وہ اُن کے ڈراموں سے مستعار ہے۔وہ روانی میں ایسے خوب صورت طنزیہ جملے کہہ جاتے ہیں جو اپنے اندر کاٹ رکھتے ہیں مگر اسلوب کی نزاکت انہیں کاٹ کے مقام سے اُٹھا کر مزاح اور تفنن کی سطح پر لے آتی ہے جیسی "الف اور نون" میں ملتی ہے ۔

" ریاض قادر کی ٹی ہاؤس میں اکثر دوسرے لوگوں سے تزاخ ہوتی رہتی تھی کوئی لحہ بھر ان کے گنج کو دیکھتا تو وہ برہم ہو جاتے تھے اور سخت سرزنش کرتے پائے جاتے۔کئی بار میں نے بھی بیچ بچاؤ کی کوشش کی لیکن ان کی عادت میں فرق نہ آیا۔وہ اپنے سپاٹ سر سے اس قدر Concious ہوئے کہ گویا ان کی طرف دیکھنا بھی جرم تھاایک بار وہ ایک بیرے سے ایسا اُلجھ پڑے کہ نوبت مار کٹائی تک آنے لگی۔اس کا ذکر اُنہوں نے بزبانِ خود کیا۔کہنے لگے کہ میں اپنی سائیکل کھڑی کر کے ٹی ہاؤس میں داخل ہوا تو باہر سائیکل گرنے کی آواز آئی۔میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک بیرا دوسرے سے پوچھ رہا تھا، یہ سائیکل کس کی گری ہے ،دوسرے بیرے نے کہا:" گنجے دی " (13)

کمال احمد رضوی "گیا" سے ہجرت کر کے مغربی پاکستان آئے تھے۔پہلے کراچی پھر لاہور بعد ازاں پھر کراچی میں مستقل قیام پذیر ہو گئے۔ اس دوران اُنہیں مختلف لہجوں کے حامل افراد سے ملنے سے کا موقع ملا مگر کمال کی زبان کی نفاست برقرار رہی۔یہ نفاست آخری عمر میں لکھے جانے والے خاکوں سے بخوبی عیاں ہے۔ رعایتِ لفظی اور فقرہ بندی کے چند نمونے پیش ہیں:

بہر حال "کافرہ"دوبارہ ہمارے ہاتھ نہیں آئی اور نہ ہی کسی دوسری"کافرہ" کا بندوبست ہو سکا۔
الحمرا پھر بھی ہماری توجہ کا مرکز بنا رہا اور ہم ابابیل کی طرح سر شام اس کے چکر کاٹنے پر مجبور تھے۔
اب الحمرا وہ الحمرا نہیں تھا۔فیض صاحب کے بغیر الحمرابے فیض ہو گیا۔
ڈاکٹر نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر ایک قطرہ بھی اندر گیاتو دم باہر آسکتا ہے۔(14)

"کمال کی باتیں" میں ضرب الامثال اور کہاوتیں اگرچہ کچھ زیادہ نہیں ہیں مگر جہاں تہاں آئی ہیں بڑی بر محل ہیں اوراُن سے تحریر کا لطف دو بالا ہو گیا ہے ۔

وہ واقعی معنوی طورپر کلیسا چھوڑ کر کعبہ کا ہو رہا تھا۔

لیکن شاید نو من تیل جمع نہ ہو سکااور رادھاناچ نہ آسکی۔
اُن کا عقیدہ تھا کہ شکر خورے کو شکر اور موذی کو ٹکر بغیر مانگے ہی مل جاتی ہے۔
مون سون کی طرح آئے اور چھینٹا اُڑا کر چلتے بنے۔(15)

کمال احمد رضوی محاورے کے استاد تھے۔اُن کے خاکوں میں محض محاورے بازی نہیں بلکہ حسنِ معنی موجود ہے۔اُنھوں نے نہ صرف اُردو کے مروجہ محاورات کو حسب موقع استعمال کر کے کفایت لفظی کی خوبی پیدا کی ہے بلکہ بہت سے الفاظ و مرکبات کو نئے مجازی معنوں میں استعمال کرکے محاورہ طرازی کی خوبی بھی دکھائی ہے اُن کی تراشی ہوئی نئی تراکیب زباں کی قابل قدر خدمت ہے۔اسی لیے انتظار حسین نے کمال احمد رضوی کو محاورے اور روزمرہ کاماہر قرار دیاہے۔(16)"کمال کی باتیں" میں استعمال ہونے والے محاورات کی مثالیں درج ذیل ہیں:

جب وہ ملے تو ساری ہیبت منٹوں سیکنڈوں میں کافور ہو گئی۔
منزل کا اگرچہ کہیں دور دور تک پتہ نہیں تھالیکن پاؤں گردش سے کبھی چُور نہیں ہوئے ۔
جو تھوڑی بہت صاحب سلامت ہو گئی ہے وہ بھی ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔
میری خوش لباسی کی کافی دھاک جمنے لگی۔
لیکن یہ اُبال جتنی تیزی سے آیا تھا اُتنی ہی تیزی سے بیٹھ گیا۔
صفدر صاحب یک دم چراغ پا ہو گئے ۔
آپ نے اپنی آستین میں سانپ پال رکھا ہے۔
معاوضہ کی بات کی تو وہ گول کر گئے ۔(17)

بعض خاکہ نگار انشاپردازی کے بہاؤ،بیان کی وسعت اور تشبیہہ واستعارہ کے بے دھڑک استعمال سے عبارت کو ایسا گنجلک بنادیتے ہیں کہ قاری معنی کی تلاش میں الفاظ کی بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہے (18) مگر کمال احمد رضوی کے ہاں ایسا ہر گز نہیں۔اُردو زبان و ادب میں کمال احمد رضوی کا مرتبہ ماہر لسانیات یا صاحب طرز انشا پرداز کا نہیں ہے مگر اُردو زبان کی گراں قدر خدمت سر انجام دینے کا اعزاز ضرور حاصل ہے۔اُنہوں نے بے ساختہ ایسی تراکیب استعمال کیں اور بعض اختراع کی ہیں جن سے اُردو کا لفظیاتی و ترکیبی دامن وسیع ہوا ہے۔کمال کے خاکوں میں یہ تراکیب کمال کے وسیع مطالعے اور مشاہدے کی دلیل ہیں۔ بعض تراکیب تو ایسی ہیں کہ جن کی ابتدا کا سہرا اگر کمال کے سر باندھا جائے تو قرینِ انصاف ہو گا۔

مطلع الفجر کو ہم گھر لوٹے۔
پی۔آئی۔اے کا ستارہ جب نصف النہار پر تھا۔
وہ کافی ہاؤس میں بر ملا مجھے تاڑا کرتا تھا۔
یہی چہرہ کبھی فروغِ مئے سے گلستان ہوا کرتا تھا۔ (19)

کمال احمد رضوی کی زبان میں انگریزی الفاظ کی شمولیت عموماً سے زیادہ ہے۔اصطلاحات اور تراکیب کی فنی و لسانی مجبوری سے ہٹ کر بھی اُن کے ہاں انگریزی الفاظ وتراکیب کا استعمال بکثرت ہے جس کی چند نمایاں مثالیں درج ذیل ہیں:

بعد میں علی امام اُسی کا ایک ریفائنڈ ورژن بن کر ظاہر ہوا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

میں نے کہا میرل ملر کو ایسے Slum میں کیسے بلا سکتا ہوں ۔
انہوں نے اس کھیل کا ایک مختصر Version تیار کر رکھا تھا۔لندن سے بی بی سی کی اُردو سروس میں براڈ کاسٹ ہو چکا تھا۔
بلکہ یوں کہیے کہ میرا Taste Develop نہیں ہوا تھا لہٰذا میں اس محفل کے اختتام پر خود کو ہینگ اوور کا شکار پاتا تھا۔
دکانوں پر تختیاں نصب کی گئیں کہ یہاں Skimmed Milk ملتا ہے ۔
لالہ نے رقم جیب میں ڈالی اور مجھے Invite کر کے ساتھ لے لیا۔(20)

کمال احمد رضوی ڈرامہ نگاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اُنہوں نے "الف اور نون" میں جو انداز اپنایاوہ بے مثل ہے۔ڈراموں میں اختتام جتنا پر کشش ہوتا ہے ڈراما اُتنا ہی کامیاب شمار کیا جاتا ہے۔کمال احمد رضوی کے خاکوں میں یہی ڈرامائی اختتام ملتا ہے۔بعض خاکوں کا اختتام اتنا عمدہ ہے کہ لفظوں میں سمونا ممکن نہیں۔منٹو کے خاکے میں تو یہ ڈرامائی اختتام نہایت اعلیٰ درجے کا ہے۔"منٹو صاحب" میں منٹو کی مئے نوشی کے باوجود خودداری کے مختلف واقعات کے بیان اور منٹو سے اپنی قربت اور تعلق کی تصویر کشی کے بعد جب اختتام کی طرف بڑھتے ہیں تو یہ ڈرامائیت اور بھی تیز ہو جاتی ہے۔کمال کو اچانک یا د آتا ہے کہ ایک دفعہ انگلش وائن ہاؤس کے سامنے سے گذرنے والے جنازے کو دیکھ کر منٹو نے کمال کو نصیحت کی تھی کہ جب میرا جنازہ فین روڈ سے قبرستان کے لیے موڑ مڑ لے تو تم نکل کر اسی دکان سے بوتل خرید کر مجھے یہیں سے رُخصت کرنا:

" جب میں اُن کی وصیت کے مطابق جنازے سے چپکے سے نکل کرپہنچا تو دکان کا سارا عملہ باہر کھڑا تھا۔انہیں خبر ہو گئی تھی کہ منٹوصاحب کا جنازہ گذر رہا ہے اُن کے چہروں پرایک عجیب سی اُداسی چھائی ہوئی تھی۔
مجھے دیکھ کر بولے"اب کس کے لیے لینے آئے ہو"
"منٹو صاحب کے لیے ایک پوا چاہیے۔ان کو رخصت کرنے کے لیے"
ان کی وصیت کے مطابق میں پوا لے کر ان کے ساتھ ہی اس وقت تک کھڑا رہاجب تک جنازہ کا آخری آدمی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔
میرے منہ سے صرف اتنا نکل سکا:
منٹو صاحب۔الوداع، الوداع، الوداع---------"(21)

مختصر یہ کہ خاکہ نگاری ،یاد اشتوں سے الگ صنف ہے۔" کمال کی باتیں" اجتماعی طور پر یاد داشتیں ہیں۔جس میں کمال نے عہد رفتہ کو آواز دی ہے۔اس دور کو زندہ کیا ہے جب کمال متحرک اور فعال زندگی گزار رہا تھا۔کمال کی یادوں کا مرکز وہ لوگ بھی ہیں جو کمال کے محسن کہلوانے کے مستحق ہیں اور وہ بھی ہیں جن سے کمال کو کوئی تعلق خاطر نہ تھا مگر بہت سا وقت اُن کے ساتھ گزارنے اُنہیں برتنے اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔اگر نامور شاعر اور افسانہ نگار موضوع خاکہ ہیں توکم سن اور شاگرد بھی موضوع ہیں ۔انفرادی شخصیات کے ساتھ ساتھ اداروں کے حوالے سے بھی اپنی یادوں کو زیبِ قرطاس کیا ہے۔اگرچہ یہ سب یادیں ہیں مگر بعض یادیں خاکے کے اُن تقاضوں کو بھی پوراکرتی ہیں جو"آبِ حیات" سے شروع ہو کر اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں مغربی ادب کے زیرِاثر پروان چڑھ کر اب پختہ ضابطوں کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔یہ کتاب ایسے لوگوں کے نام و کام سے متعارف کرواتی ہے جنھیں نئی نسل نہیں جانتی مگر سوائے چند ایک کے۔منٹو، انور جلال شمزا، انیس آپا، اے حمید، احمد پرویز ، حفیظ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

جاوید کے علاوہ باقی موضوعات کے زیر اثر لکھی ہوئی تحریروں کو خاکہ کہنے میں تامل ہے۔یہ کتاب دوستوں کے ساتھ گزری صحبتوں کی پرُ لطف یادوں کی تجدید ہے جس میں آپ بیتی کا رنگ غالب ہے۔یاپھریاد گاری مضامین ہیں جو کہیں کہیں سوانحی رنگ بھی اختیار کر گئے ہیں۔جو تحریریں خاکے کے معیار پر پوری اُترتی ہیں وہ ہر اعتبار سے کامیاب خاکے ہیں اُن میں شخصیت کو بلا کم و کاست بیان کیا گیا ہے اور زندگی کے اُن پہلوؤں کو بالخصوص بے نقاب کیا گیا ہے جو عام نگاہوں سے اوجھل تھے۔کمال احمد رضوی کا دل پذیر اُسلوب ان کے خاکوں کی نمایاں خوبی ہے اُن کے مخصوص لہجے اور انداز سے شخصیات زندہ و جاوید ہو گئی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1۔شفیق احمد شفیق،خاکہ نگاری کا فن ، مشمولہ ،پاکستانی ادب 2009ء ،اسلام آباد: اکادمی ادبیاتِ پاکستان،2015ء ص189

2۔بشیر سیفی ، ڈاکٹر ،خاکہ نگاری(فن و تنقید) ،راول پنڈی: شاخسار پبلشرز ،1990ء ص10

3۔کمال احمد رضوی ، کمال کی باتیں ،کراچی : اٹلانٹس پبلی کیشنز ،2016ء ص59

4۔ شمیم حنفی ، مرتبہ ،آزادی کے بعد دہلی میں اُردو خاکہ ،دہلی : اُردو اکادمی ،1991ء ص10

5۔کمال احمد رضوی ،کمال کی باتیں ، ص114

6۔ڈاکٹر سید محمد عارف،شاہد احمد دہلوی(حالات و آثار)،کراچی:انجمن ترقی اُردو پاکستان،2000ء ص159

7۔انور سدید، اُردو میں خاکہ نگاری مشمولہ ”بر سبیل تنقید“لاہور: مقبول اکیڈمی 1990ء ،ص 239

8۔کمال احمد رضوی ، کمال کی باتیں،ص145

9۔ایضاً،ص44

10۔ایضاً،ص170

11۔کمال احمد رضوی ، کمال کی باتیں،2016ء ص87

12۔ڈاکٹر صابرہ سعید،اُردو ادب میں خاکہ نگاری،حیدر آباد:مکتبہ شعر و حکمت،1978ء ص40

13۔ ایضاً، ص207

14۔"کمال کی باتیں" میں رعایت لفظی کی مثالیں بکثرت ہیں مگر صفحہ نمبر 48،49اور54 سے منتخب شدہ جملے زیادہ نمایاں ہیں۔

15۔"کمال کی باتیں" کے صفحہ نمبر 73،81،100اور214 سے منتخب شدہ جملے ضرب الامثال اور کہاوتوں کے استعمال کے عمدہ نمونے ہیں۔

16۔انتظار حسین”کچھ کمال احمد رضوی کے بارے میں "مشمولہ "کمال کی باتیں" ،کمال احمد رضوی ، (کراچی : اٹلانٹس پبلی کیشنز)2016 ء ص233

17۔کمال کی باتیں کے صفحہ نمبر44،45،57 ،75،119،146،156،171 سے منتخب جملے محاورے کی نمایاں مثالیں ہیں

18۔ محمد حسین جامی ،اُردو خاکہ نگاری،لاہور:دار الشعور،2014ء ، ص 21

19۔ نئی تراکیب تراشنے کی مثالیں "کمال کی باتیں" کے صفحہ نمبر50 ،88،114،196 سے عیاں ہیں

20۔ انگریزی الفاظ وتراکیب کا بکثرت استعمال "کمال کی باتیں" کے صفحہ نمبر72،85،96،97،98،100 سے نمایاں ہے

21۔ کمال احمد رضوی،کمال کی باتیں،ص 69